قرآنِ حکیم اور ہماری زندگی

قرآنِ حکیم کتابِ ہدایت ہے، یہ رب العالمین کا پیغام انسان کے نام ہے اس نے اسے جبریل امین کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل فرمایا۔ کیوں اتارا؟ ارشاد ہوتا ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ. (صٓ:۲۹)

"یہ ایک بڑی بابرکت کتاب ہے جو (اے نبیؐ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل وفکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔"

عربی زبان میں کتاب کو پڑھنے کے لئے قرأت کا لفظ آتا ہے جس سے اسم فاعل قاری عربی میں پڑھنے والے کو کہتے ہیں جب کہ تدبّر اس طرح پڑھنے کو کہتے ہیں کہ کتاب کے الفاظ اور عبارت پر غور وفکر کیا جائے، معنی اور مطالب کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اس کے احکام و ہدایات کو حرزِ جان بنانے کی سعی و جستجو کی جائے اس لئے اس آیہ مبارکہ میں ہے کہ عقلمند اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں کہ قلب و روح کو جلا بخشنے اور فرد و اجتماع کو سنوارنے کے لئے جو تصورات اس میں مذکور ہیں، ان کو عمل میں لاتے ہیں اور ان کی روشنی میں اپنے لئے نظامِ حیات وضع کرتے ہیں۔ اسی سے زندگی میں انقلاب آتا ہے، وہ عزت و رفعت سے ہمکنار ہوتی ہے کیا خوب شاعر مشرق نے کہا ہے ؎

تو ہمی دانی کہ آئین تو چیست؟
زیر گردوں سر تمکین تو چیست؟

آں کتاب زندۂ قرآن حکیم
حکمت او لایزال است و قدیم

کیا تو جانتا ہے کہ تیرا آئین کیا ہے۔ آسمان کے نیچے تیری شان وشوکت کا راز کیا ہے۔ وہ کتابِ زندہ قرآنِ حکیم ہے یقیناً اس میں درج حکمت کی باتیں ہمیشہ رہنے والی اور قدیم ہیں۔ (اور حکمت کبھی پرانی نہیں ہوتی)۔

قرآنِ حکیم سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تلاوت کے وقت دل و دماغ کو حاضر کیا جائے، اور سمع وبصر کو کام میں لایا جائے، اور یہ خیال کیجئے کہ آپ کوئی معمولی کتاب نہیں پڑھ رہے ہیں بلکہ خالق کائنات کا کلام ہے جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آپ تک پہنچایا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِیۡدٌ. (ق:۳۷)

''بے شک اس میں درس عبرت ہے اس کے لئے جس کے پاس قلب (سلیم) ہو یا جو کان لگا کر بات سنے اور دل سے حاضر ہو (قرآن کے بیان کردہ واقعات پر غور وفکر کر سکے)۔''

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''لفظ قلب اپنے حقیقی یعنی دل زندہ کے معنی میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قلب (دل) کو احساس کرنے، عبرت حاصل کرنے اور سوچنے سمجھنے کے لئے بنایا ہے، جب تک آدمی کا دل یہ کام کرتا ہے، اس وقت تک اس کا دل زندہ ہے اور جب تک دل زندہ ہے (یعنی اس میں سوچ بچار کی صلاحیت ہے) اس وقت تک آدمی بھی زندہ ہے۔ اس لئے کہ آدمی کی حقیقی زندگی اس کے دل کی زندگی ہی سے ہے، اگر دل یہ خصوصیات کھو بیٹھا تو پھر آدمی بھی مردہ ہے اگر چہ اس کی رگوں میں کتنا ہی خون دوڑتا پھرتا ہو۔

''اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَهُوَ شَهِیۡد'' یعنی اگر دل پوری طرح بیدار نہ ہو تو کم از کم اتنی بات تو انسان کے اندر ہو کہ کوئی معقول آدمی اس کو کوئی بات سنائے تو وہ اس کو توجہ سے سنے، یہ توجہ بھی انسان کے لئے بڑی خیر وبرکت کا باعث ہے، اس سے بھی بسا اوقات دل کی غفلت دور اور اس کی عبرت پذیری کی صلاحیت زندہ ہو جاتی ہے، لیکن جو شخص ایسا بدقسمت ہو کہ نہ اس کا دل ہی بیدار ہو اور نہ وہ کسی معقول آدمی کی بات سننے ہی کے لئے اپنے کان کھولنے پر آمادہ ہو تو ایسے آدمی کے اندر کوئی معقول بات کدھر سے راہ پائے گی (تدبر قرآن جلد ششم)

نصیحت حاصل کرنے اور اس سے فیض یاب ہونے کے لئے دل سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور بات کو توجہ سے سننے کی عادت کے علاوہ شہید کا لفظ بول کر مزید چوکس کیا جا رہا ہے کہ وہ محض جسم وجان کے ساتھ ہی نہیں بلکہ دل ودماغ کے ساتھ حاضر رہے، مثلاً غور کیجئے کہ وہی نماز قیمتی بنتی ہے جو حضور قلب سے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کی جائے۔ اسی طرح وہی تلاوت سودمند ثابت ہوتی ہے جو تدبر اور پورے شعور سے کی جائے اور اس کے احکام کو دل وجان سے تسلیم کیا

جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ(۲۷) قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ(۲۸)[الزمر]

’’یقیناً ہم نے لوگوں کے (سمجھانے) لئے قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تا کہ وہ نصیحت پکڑیں (اور اپنی زندگیوں کو سنوار لیں) یہ قرآن (فصیح) عربی زبان میں ہے جس میں کوئی عیب (اور اختلاف) نہیں ہے تا کہ وہ ڈر جائیں (اور آخرت کے برے انجام سے بچ جائیں)۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور سے نوازا ہے اور شرفِ انسانیت کا تقاضا ہے کہ اس کو بروئے کار لایا جائے، قرآنِ حکیم سے وہی لوگ فیض یاب ہو سکتے ہیں جو اس پر تدبر اور تفکر کرتے ہیں، رب کریم کا اعلان ہے۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا. (محمد۔۲۴)

’’کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے قفل چڑھے ہوئے ہیں۔‘‘

ظاہری بصارت کے ساتھ ساتھ جب تک داخلی بصیرت سے کام نہ لیا جائے انسان کبھی کسی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ قرآنِ حکیم نے یہ بات واشگاف الفاظ میں بتلائی کہ حقیقی اندھا پن، دل کا اندھا پن ہے۔ جو لوگ ظاہری آنکھیں رکھتے ہوئے بھی عقل و فکر سے کام نہیں لیتے، وہ بصارت رکھتے ہوئے بھی اندھے ہیں کیونکہ انہوں نے بصیرت سے کام نہ لیا اور وہ دل کے اندھے ہو گئے۔

ارشاد ہوتا ہے!

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ. (الحج:۴۶)

’’حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔‘‘

قرآنِ حکیم کتابِ عظیم ہے، اسی کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہمارے اسلاف قدر و منزلت اور عروج و سربلندی سے ہمکنار ہوئے تھے۔ آج امت مسلمہ اس دولت بے بہا اور متاع گراں مایہ سے غافل ہو چکی ہے۔ اسے محض برکت کے طور پر محفلوں اور مجلسوں میں پڑھا جاتا ہے۔ مگر اس کی قیمتی اور لازوال تعلیمات کا اثر کہیں دکھائی نہیں دیتا ہے۔ یہ مسلمان کے لئے زندگی گزارنے کا آئین (دستورِ حیات) ہے۔ مگر آج مسلمان کیلئے ہر طرف سے ذلت و خواری ہے۔

شاعر مشرق اس پر اس طرح آنسو بہاتا ہے ؎

ملّتے را رفت چوں آئین ز دست
مثل خاک اجزائے او ازہم شکست

ہستی مسلم ز آئین است و بس
باطن دین نبیؐ این است و بس

برگِ گل شد چوں ز آئیں بستہ شد
گل ز آئیں بستہ شد گلدستہ شد

نغمہ از ضبط صدا پیدا ستے
ضبط چوں رفت از صدا غوغا ستے

(ہائے افسوس) جب آئین ملت کے ہاتھ سے چلا گیا تو مٹی کی طرح اس کے اجزا بھی بکھر گئے، مسلمان کی ہستی صرف آئین پر ہی ہے اور بس۔ نبی ﷺ کے دین کا باطن یہی ہے اور بس، جب پھول کی پتیاں آئین سے وابستہ ہو جاتی ہیں، تو گلدستہ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں (کیا یہ حقیقت نہیں ہے) کہ آواز کو ضابطے میں لانے سے نغمہ پیدا ہوتا ہے اور جب نظم وضبط ختم ہو جاتا ہے تو وہ محض بے ہنگم شور وغل ہوتا ہے۔

قرآن آج پھر امت مسلمہ کو پکار رہا ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. (آل عمران۔۱۳۹)

''اور تم دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔''

(شیخ عمر فاروق)

............❁............